ریاست مدینہ میں عدل اجتماعی کا عملی اطلاق

نیلوفر خان*

Abstract

Social Justice is considred very important in present life.Islamic learning has proved its important in the present of life.

Keeping in view the relevent verses of Holy Quran and the life of Holy Prophet(Peace be upon him)a comprehensive study of Islamic society established by The Holy Prophet(Peace be upon him)is a dire need of this modern age.Islamic society has a unique and spacific structure which helps it to survive against every challenge of the Time.

The Holy Prophet(Peace be upon him) had created a new society in Madina which was based on socail Justice and fundamental principles of equility and peace for human being.This society is the best examples for the next generations till the last age of humanity.Therefore,it has a specific inner shape which has the ability to resist against the nagative impact of every age.

The practice of the Holy Prophet (Peace be upon him) the sunnah became a modle for all Muslims so here we high-light some examples of justice in his era and tried to point out the inner structure and other important aspects of social justice in islamic society which is value able addition in the field of modern research.

***KEYWORDS**: Holy Prophet, Social Justice, Equility*

حضور ﷺ جس دور میں دنیا میں رونق افروز ہوئے اس وقت پوری دنیا تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔اس دور کو دورِ جاہلیت بھی کہاجاتا ہے اس کی ایک وجہ تو نورِ اسلام سے بہرہ ورنہ ہونا تھا اوردوسری اہم

* نیلوفر خان، ریسرچ اسکالر، شعبہ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی، کراچی

وجہ جو کہ ہمیں نظر آتی ہے وہ یہ کہ اہل عرب اس وقت بہت زیادہ جنگ وجدل میں غرق رہے تھے کفر و شرک عام تھا۔خاص طور پر عدل وانصاف کا فقدان ہونا بھی ایک اہم وجہ تھی۔

اس وقت ہندوستان ،بابل، نینوا اور یونان کا شمار مہذب اقوام میں ہوتا تھا۔روم وایران کی عظیم سلطنتیں بادشاہت کی ظاہری چمک دمک سے منوّر تھیں۔شاہ پرستی کا یہ عالم تھاکہ وہ بادشاہ کوخدا تصور کرتے۔لیکن جاگیردارانہ نظام نے عوام کودبا کررکھ دیاتھا۔ان پر بھاری ٹیکس عائد کرکے ان کاخون چوسا جاتا تھا۔انسانوں کے ساتھ جانوروں کاساسلوک کیا جاتاتھا۔عورتوں کے ساتھ بدترین سلوک کیاجاتا تھاان کومال ومتاع کی طرح سمجھا جاتاتھا اور انھیں بازاروں میں فروخت کیاجاتاتھا۔

ایسی صورت حال میں حضور ﷺ کادنیا میں رونق افروز ہونا اور دنیا کو اس ظلم وبر بریّت سے نجات دلانا بعثت نبوی کا ایک اہم مقصد تھا۔حضور ﷺ کے مقصد بعثت کو سمجھنے کے لیے ہمیں اس وقت کے عرب کے حالات کامختصراً جائزہ لینا پڑے گا کیونکہ اللہ رب العزت نے ہمیشہ اپنے انبیاء کو مختلف ادوار میں بنی نوع انسان کووہاں کے ظالم لوگوں سے نجات دلانے کے لیے بھیجا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں فرعون کاظلم و بربریت انتہا کو پہنچ چکاتھا۔بنی اسرائیل کوفرعون نے غلام بنا کررکھا ہواتھاوہ اپنی طاقت کاغلط استعمال کرکے وہ خدائی دعوے دار بن چکاتھا۔اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں کفروبت پرستی عام تھی۔نمرود کی طاغوتی قوتوں کے مقابلے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت کی غرض وغایت یہی تھی کہ عدل وانصاف کی ترویج ہو۔

عرب معاشرہ قبل از نبوت

انسانی زندگی پرسب سے زیادہ اثرانداز اس کامذہب ہوتاہے لہٰذا ہم سب سے پہلے وہاں کے مذہبی حالات کامختصراً جائزہ لیں گے اس وقت عربوں کاسب سے بڑا مذہب بت پرستی تھا۔مؤرخین کے مطابق عرب کافی عرصے تک دین ابراہیم پر قائم تھے۔یعنی توحید کے قائل تھے۔

بنو خزاعہ کاایک شخص عمروبن الحیٔ جو کہ خانہ کعبہ کامتولی بھی تھا شام سے ایک بت لایا تھا۔جس کے بعد وہاں کے لوگوں نے بتوں کی پوجا شروع کی۔خانہ کعبہ جسے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا پھرحضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدائے واحد کی عبادت کے لیے تعمیر نو کی۔[۱] مگر وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ خداکاگھر اپنے عہد کاسب سے بڑا بت کدہ بن چکاتھا۔

اس کے سب سے پہلے پروہت بنوجرہم تھے پھربنوخزاعہ اس کے کلید بردار ہوئے اسی دوران میں بت داخل کیے گئے۔اس کے بعد قریش اس کے نگران بنے۔[۲] ظہوراسلام کے وقت اس میں ۳۶۰ بت

رکھے ہوئے تھے۔اس کے علاوہ عرب میں مجوسی ،سبائی حنیف اور مدینے میں یہودی اورعیسائی مذاہب بھی موجود تھے۔

معاشرتی حالت

عربوں میں اگرچہ کچھ محاسن بھی تھے مثلاًفیاضی ،مہمان نوازی ،ایفائے عہدوغیرہ مگران سے کئی گنازیادہ وہ برائیاں تھیں، جو ان کی جہالت کا سبب بنی ہوئی تھیں۔لوگ حسب نسب پرفخر کرتے تھے خواہشات نفسانی کے پیکر انتقام کے جذبے سے سرشار اوراعلانیہ فواحش کاارتکاب پرفخر کرتے ذرا ذرا سی باتوں پہ لڑتے جھگڑتے اور ایک دوسرے کا سر کاٹنے کوتیار رہتے۔ایک خاندان دوسرے خاندان کے ساتھ طویل عرصے تک برسرپیکاررہتا۔اولاد کی پرورش اپنے آباؤاجداد کے انتقام کے لیے کرتے۔ان لڑائیوں کومؤرخین و اہل ادب 'ایام العرب' کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔(۳) شعراء اپنے اشعار میں اپنے عشق کی داستانیں بے باکی سے بیان کرتے تھے فاحشہ عورتیں اپنے گھروں کے سامنے جھنڈیاں لگاکر بیٹھتی تھیں۔(۴)

معاشرے میں زنا کاری معیوب نہ تھی۔عورتوں کامعاشرے میں کوئی مقام نہ تھا۔عورت کوایسی مخلوق سمجھا جاتا تھا جن کامصرف محض ترقی نسل اور مردوں کی خدمت تھا۔مرد ہرطرح سے ان پرتصرف رکھتے تھے۔لڑکیوں کی پیدائش کوعار سمجھ کران کوزندہ درگور کرتے۔مورث کے ترکے میں ان کاحصہ نہ تھا۔

عربوں میں یہ بات مشہور تھی کہ میراث اس کاحق ہوتاہے جوتلوار پکڑسکتا ہو۔اس بنا پر چھوٹے بچے اور عورتیں وراثت سے محروم رہتے تھے۔

انتقام کاجذبہ عربوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔انتقام لینے کووہ واجب سمجھتے تھے۔انتقامی جذبے کواُبھارنے میں جہاں کئی محرکات شامل تھے وہیں ان کے فرسودہ عقائد کابھی بڑا دخل تھا۔جیسے یہ عقیدہ کہ مقتول کی روح پرندہ بن کراڑتی ہے اور اپنا انتقام لینے کے لیے وہ کوہ وبیابان میں چیختی پھرتی ہے مقتول کابدلہ لیاجائے تووہ زندہ رہتا ہے ورنہ بے جان ہی رہتاہے۔(۵)

ظہور اسلام کے وقت عربوں میں شراب نوشی عام تھی اور بہت کم لوگ ایسے تھے جواس لعنت سے محفوظ تھے۔شراب پی کر لڑنا جھگڑنا اور بد اخلاقیوں کاارتکاب کرنا آئے دن کی بات تھی۔جوا،شراب کی محفلیں عام تھیں ان کے ذکر سے عربی اشعار بھرے پڑے ہیں۔(۶) شراب کے ساتھ قمار بازی (جوئے) کی لعنت بھی عام تھا بڑی بڑی شرطیں لگائی جاتی تھیں۔اسی طرح گھڑدوڑمیں شرطیں لگائی جاتیں۔بتوں سے استخارہ کرنا اور فال کے تیر نکالے جانا ان کا مشغلہ تھا۔(۷)

مذکورہ حالات کاجائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ عربوں میں کچھ محاسن موجودتھے مگر پورا

معاشرہ ظلم وبربریت سے بھرا ہوا تھا لہٰذا اللہ رب العزت نے نہ صرف عرب معاشرے کو بلکہ پوری دنیا کے انسانوں کے لیے عدل وقسط کو رائج کرنے کے لیے آپ ﷺ کی بعثت فرمائی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ (۸)

”یقینا ہم نے آپ ﷺ پر حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ ﷺ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ عدل کر سکیں۔جو اللہ نے تمھیں سکھائی۔“

اسی طرح سابقہ انبیاء کی بعثت کا مقصد ہی عدل وانصاف کا نفاذ قرار دیا۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (۹)

”بے شک ہم نے اپنے رسولوں پر واضح نشانیوں کے ساتھ کتاب ومیزان نازل کی تاکہ وہ لوگوں میں عدل قائم کر سکیں اور ظلم سے دنیا کو پاک کریں۔“

آپ ﷺ جو شریعت لے کر آئے اس کے بعد تمام سابقہ شریعتوں کو منسوخ کردیا اور اسی کو واجب عمل تاقیامت قرار فرمایا۔ارشاد باری تعالیٰ:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (۱۰)

”آج میں پورا دے چکا تم کو تمھارا دین اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمھارے لیے دینِ اسلام۔“

اس میں زندگی کا ایک سچا معیار پیش کیا گیا ہے ،اس میں معروف ومنکر کی ایسی واضح تصویر پیش کی گئی ہے جسے عدل ومیزان کا آخری اوردائمی نصب العین قرار دیا جاسکتا ہے۔جو کہ ہر طرح کے عیوب ونقائص سے پاک ہے کیونکہ یہ کسی انسان کا بنایا ہوا قانون نہیں بلکہ اللہ رب العزت کی بنائی ہوئی شریعت ہے۔جس کے سامنے دنیا کے تمام منشور بے وقعت ہیں۔دنیا کی قتل وغارت گری اورذہنی الجھنوں کا خاتمہ اسی قانون پر عمل کرکے ممکن ہے۔

تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ جب تک انسانوں نے حضور ﷺ کی لائی ہوئی شریعت پہ عمل کیا اس وقت تک دنیا امن وسلامتی کا گہوارہ بنی رہی۔جہاں اس سے روگردانی کی وہیں ذلت ورسوائی اس کا مقدر بنی اور دنیا ظلم وتشدد کا شکار ہوئی۔

یوں تو آپ ﷺ کی پوری زندگی ترویج عدل کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔تاہم بحیثیت سربراہ ریاست آپؐ کے چند عملی اقدامات پیش خدمت ہیں۔

ریاست مدینہ میں نظام عدل

مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی مسلمانوں میں باہمی نزاعات کا ظہور ہونا ایک فطری امر تھا۔وہاں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ یہود اور منافقین بھی رہائش پذیر تھے۔ایسے حالات میں جرائم کی روک تھام کے لیے ایک مربوط نظام عدل یا قضاء کی ضرورت تھی۔لہٰذا ابتدا میں آپ ﷺ نے منصب قضاۃ کو خود سنبھالا اور رب العزت نے اس کی تائید یوں فرمائی:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (۱۱)

"پس اے نبی آپ ﷺ کے رب کی قسم یہ کبھی بھی مومن نہیں ہوسکتے جب تک اپنے باہمی اختلافات میں آپ ﷺ کو فیصلہ کرنے والے نہ مان لیں۔پھر جو فیصلہ آپ فرمائیں اس پر اپنے دلوں میں تنگی نہ محسوس کریں بلکہ سر تسلیم خم کریں۔"

اس کے علاوہ آپ ﷺ نے اپنے عہد مبارکہ میں چند دوسرے صحابہ کو بھی قاضی مقرر فرمایا۔حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کا قاضی مقرر کرکے بھیجا تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ آپ ﷺ مجھے ایسی پرانی اور بڑی قوم کی طرف بھیج رہے ہیں جو سن رسیدہ ہے مجھے اندیشہ ہے کہ میں صواب کو نہ پہنچوں گا۔فرمایا اللہ تمھاری زبان کو ثابت کردے گا اور تمھارے قلب کو ہدایت دے گا۔(۱۲)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن قاضی بناکر بھیجا۔حضرت معاذؓ سے مروی ہے۔آپ ﷺ نے حضرت معاذ سے پوچھا: تمھارے سامنے کوئی قضیہ پیش کیا گیا تو تم کس (قانون) سے فیصلہ کروگے انھوں نے کہا کتاب اللہ سے۔آپ ﷺ نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو۔انھوں نے کہا جو رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا اس کے مطابق فیصلہ کروں گا آپ ﷺ نے فرمایا اگر اس میں بھی نہ ہو جس کا رسول اللہؐ نے فیصلہ کیا؟ انھوں نے کہا اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوتاہی نہ کروں گا۔پھر آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا تمام تعریفیں اُسی اللہ کے لیے ہیں جس نے رسول اللہؐ کے قاصد کو اس امر کی توفیق دی جس سے اللہ اور اس کا رسول راضی ہو۔(۱۳)

محمد بن سہل بن ابی خثیمہ نے اپنے والد سے روایت کی رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جو لوگ فتویٰ دیتے تھے وہ تین مہاجرین میں سے تھے اور تین انصار تھے۔حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابی کعبؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ۔(۱۴)

اسی طرح ابوموسیٰ اشعری کے حوالے سے حضرت قتادہؓ سے مروی ہے کہ ابوموسیٰ نے کہا:

" قاضی کو مناسب نہیں کہ وہ فیصلہ کرے۔تاوقتیکہ اسے حق اتنا واضح نہ ہو جائے کہ جیسے

رات دن سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو فرمایا ابوموسیٰ نے سچ کہا۔''(۱۵)

ان اصحاب کے علاوہ بھی عہد نبوی میں قضاۃ کا تذکرہ ملتا ہے جن میں حضرت معقل بن یسارؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ ، حضرت حذیفہ بن یمانؓ، حضرت عقاب بن اُسیدؓ ، حضرت وحیہ کلبیؓ، حضرت ابن ابی کعبؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ مشہور ہیں۔(۱۶)

آپ ﷺ نے فرمایا میرے بعد شیخین (ابو بکر و عمرؓ) کی اتباع کرو۔ قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ و عثمانؓ و حضرت علیؓ عہد رسالت میں فتویٰ دیتے تھے۔(۱۷)

عدل وانصاف کی اہمیت اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''مسلمان حاکم اگر ظالم ہو تو اس کی حکومت تباہ ہو جائے گی اور اگر کافر حاکم انصاف پسند ہو تو اس کی حکومت باقی رہے گی۔''

یہی وجہ تھی کہ مسلمان سمجھ دار حکمرانوں نے ہمیشہ عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کی اور ظلم و ناانصافی سے حتیٰ المقدور دور رہے۔ اسی حوالے سے ایک مشہور حدیث:

''قیامت کے روز جب ایک سائے کے علاوہ کوئی دوسرا سایہ نہ ہو گا تو اللہ رب العزت سات اشخاص کو اپنے سایۂ رحمت میں لے گا ان میں سے ایک امام عادل ہو گا۔''(۱۸)

حدود کا نفاذ

عدل کی فراہمی میں جہاں بہت سے عوامل کارفرما ہیں وہیں معاشرے کو جرائم وفواحش سے پاک کرنے کے لیے حدود وتعزیرات کا مؤثر ہونا بے حد ضروری ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے نظام حدود کو جاری فرمایا اور اپنی زندگی ہی میں حدود سے متعلق کئی فیصلے فرمائے اور مجرمین پر شرعی حدود نافذ کیں۔ ذیل میں آپ ﷺ کے دور میں نفاذِ حدود سے متعلق چند نظائر پیش کی جاتی ہیں:

بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی اور وہ پکڑ ی گئی۔ عزت کی وجہ سے لوگ چاہتے تھے کہ یہ معاملہ دب جائے اور ملزمہ کو سزا نہ ہو۔ حضرت اسامہؓ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس سفارش کے لیے بھیجا جس پر آپ ﷺ ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور فرمایا خدا کی قسم اگر اس کی جگہ محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو سزا ضرور پاتی۔ تم سے سابقہ اقوام اسی لیے تباہ ہوئیں کہ جب امیر جرم کرتے تو بخش دیے جاتے اور غریبوں کو سزا ملتی۔(۱۹)

اس سے زیادہ عدل کی مثال کہاں مل سکتی ہے۔

چوری کے حوالے سے قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا ایدیھما (۲۰)

"جو مرد چوری کریں اور عورت چوری کریں دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔"

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب میری برأت کی آیات نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے منبر پر کھڑے ہوکر متعلقہ آیات کی تلاوت فرمائی اور دو مردوں اورایک عورت پر حد قذف جاری کی اوراس پر عمل بھی ہوا۔

اسی طرح حدشراب کے حوالے سے امام محمد نے کتاب الاثار میں یوں لکھا ہے:

"نبی اکرم ﷺ کے سامنے ایک شخص کومخمور حالت میں لایا گیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کوحکم دیاکہ اسے جوتوں سے ماریں اس وقت وہاں چالیس صحابہ موجود تھے ہرایک نے دودو جوتے مارے۔"(۲۱)

اسی طرح صحیح بخاری میں محصن کورجم کرنے کاواقعہ یوں مذکور ہے:

"حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کاایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضرہوا اوراس نے اعتراف زنا کرلیا۔تو آپ ﷺ نے پوچھا کیاتجھے جنون کامرض لاحق ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔پھرآپ ﷺ نے پوچھا کیاتو شادی شدہ ہے اس نے کہا ہاں جب یہ تمام مراحل طے ہو چکے۔توآپ ﷺ نے اسے رجم کرنے کاحکم دیا اس پراتنے پتھر برسائے گئے یہاں تک کہ وہ مر گیا۔"(۲۲)

اس موقعے پر آپ ﷺ نے اس شخص کے لیے کلمۂ خیر کہااور نماز جنازہ پڑھائی۔

اس کے علاوہ قتل وغارت گری بھی ایک سنگین مسئلہ ہے اس کی روک تھام کے لیے اسلام میں قصاص یعنی قتل عمد کے بدلے قتل کی سزا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (۲۳)

"اے عقل والو تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔"

اسلام چاہتا ہے کہ انسانی معاشرہ صالح ، معیاری اور مثالی ہو۔جرائم وفواحش سے پاک ہو لوگوں کی جان ومال عزت و آبرو محفوظ ہو۔کیونکہ انسان خوف وخطرے میں اپنی جسمانی وذہنی صلاحیتوں کوٹھیک طور پر بروئے کار نہیں لاسکتا اور خوشحالی وترقی کی طرف گامزن ہونا بھی ممکن نہیں۔اسی وجہ سے اسلام نے جرائم کی روک تھام کے لیے سخت سزائیں تجویز کیں۔مگراس میں بھی عمل درآمد کے لیے شرائط مقرر کر دیں۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ جن ممالک میں بھی سزائے موت کوموقوف کردیاگیا ہے وہاں قتل وغارت گری میں اضافہ ہورہاہے۔ہم اپنے ملک پاکستان کی مثال لیں جہاں کچھ عرصے سے بین الاقوامی دباؤ میں آکر

سزائے موت کو موقوف کیا گیا تھا جس کا نتیجہ دہشت گردی میں بے پناہ اضافے کی صورت میں سامنے آیا۔ آخرکار سانحہ پشاور ۱۶/دسمبر ۲۰۱۴ء کے بعد دہشت گردی کی روک تھام کے لیے سزائے موت پر دوبارہ عمل درآمد کرنا پڑا۔ اور یہ وہی سزا یعنی قصاص ہے جسے آج سے چودہ سو سال قبل رب العزت کے حکم سے عہد نبوی ﷺ میں رسول اللہ ﷺ نے نافذ فرمایا تھا۔

قصاص کے ساتھ ساتھ اسلام نے معافی اور دیت کا راستہ بھی کھلا رکھا ہے۔ عبداللہ بن سہل کو خیبر کے یہودیوں نے قتل کر دیا مقتولوں کے وارثوں نے عدالت نبوی ﷺ میں مقدمہ پیش کیا۔ عینی شاہد کی عدم دستیابی پر حضور ﷺ نے ان پر سو اونٹوں کی دیت کا فیصلہ صادر فرمایا۔ (خون بہا دلوایا)۔ اسی حوالے سے ایک اور روایت بھی ہمارے پیش نظر ہے:

"آپ ﷺ کے پاس ایک شخص کسی آدمی کو پکڑ کے لایا اور عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ اس نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ قصاص میں اس کو بھی قتل کر ڈالو۔ قاتل نے مقتول کے وارث سے معافی مانگی اور کہا کہ معاملہ یوم حشر پر چھوڑ دو۔ اس شخص نے قاتل کو معاف کر دیا۔ جب آپ ﷺ کو معلوم ہوا تو خوش ہوئے اور فرمایا مقتول یوم حشر کو اللہ سے فریاد کرے گا۔" (۲۴)

عورت کا مقام

حضور ﷺ کی تعلیمات میں عورتوں کے حقوق واحترام کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

آپ ﷺ اپنی چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ زہرہؓ سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ جب وہ آتیں تو آپ ﷺ احتراماً اٹھ جاتے۔ اور فرمایا: الفاطمة قرة عینی۔ "فاطمہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔"

دورِ جاہلیت میں عرب میں عورتوں کی کوئی عزت نہ تھی۔ وہ ان کو مال املاک کی طرح تصور کرتے، بیٹی کی پیدائش کو عار سمجھ کر اسے اکثر زندہ درگور کرتے۔ رسول خدا ﷺ نے نہ صرف اس قبیح رسم کا خاتمہ کیا بلکہ سخت وعید سنائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ط نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ (۲۵)

"اور ناداری کے اندیشے سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو کیونکہ تم کو اور ان کو ہم ہی رزق دیتے ہیں۔"

خطبہ حجۃ الوداع کے موقعے پر آپ ﷺ نے واضح الفاظ میں فرمایا:

"آج تک عورتیں ایک طرح سے شوہروں کی جائداد منقولہ رہی ہیں۔ جو مردوں میں ہاری

اور جیتی جاتی تھیں۔ مگر آج پہلا دن ہے کہ یہ مظلوم طبقہ انصاف کی داد پاتا ہے اور فرمایا۔ عورتوں کے معاملے میں خدا سے ڈرو۔ تمھارا حق عورتوں پر اور عورتوں کا حق تم پر ہے۔"(۲۶)

اسی طرح اللہ رب العزت نے عورتوں کو وراثت میں حصے دار قرار دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِیبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ص وَلِلنِّسَآءِ نَصِیبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ط نَصِیبًا مَّفْرُوْضًا (۲۷)

"مردوں کے لیے اس مال میں حصہ ہے جوماں باپ اور رشتہ دار چھوڑتے ہیں۔ اور عورتوں کے لیے بھی حصہ۔ پس جوماں باپ اور رشتے دار چھوڑتے ہیں خواہ وہ تھوڑا ہو یا بہت، یہ حصہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے۔"

اس آیت مبارکہ کے حوالے سے مولانا مودودی لکھتے ہیں:

"میراث صرف مردوں کا حق نہیں بلکہ عورتیں بھی اس کی حق دار ہیں۔ اور میراث ہر حال میں تقسیم ہو گی خواہ کم ہو یا زیادہ اگر مرنے والے نے ایک گز کپڑا ہی چھوڑا ہو اور اگر اس کے دس وارث ہو تو وہ کپڑا دس حصوں میں تقسیم ہو گا۔"(۲۸)

غیر مسلموں کے ساتھ برتاؤ

مدینہ منورہ میں جب آپ ﷺ نے اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی تو وہاں مسلمانوں کے علاوہ یہودی اور دوسرے مذاہب کے لوگ بھی آباد تھے۔ یہودیوں کے تین قبائل بنو نضیر، بنو قینقاع اور بنو قریظہ شامل تھے۔ یہودیوں نے شروع ہی سے مسلمانوں کے ساتھ حاسدانہ رویہ اختیار کیا ہوا تھا۔ مگر آپ ﷺ نے ان کے ساتھ نہایت رحم دلانہ رویہ اختیار کیا۔ جس کا سب سے بڑا ثبوت میثاق مدینہ ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ اپنی کتاب 'الوثائق السیاسیہ' میں رقم طراز ہیں:

"فریقین معاہدہ میں ایک طرف رسول اللہ اور مہاجرین و انصار تھے اور دوسری طرف یہود و نصاریٰ اور دیگر غیر مسلم باشندے تھے۔ ان تمام فریقوں کو سیاسی طور پر ایک جماعت کی حیثیت دی گئی کہ مدینے پر حملے کی صورت میں مل کر مدینے کی حفاظت کریں گے۔ اپنے ہمسائے کی طرف داری اپنے نفس کی مانند کریں گے۔ انصاف رسائی پوری جماعت کا فریضہ قرار پایا اس حوالے سے کسی رشتے داری یا قربت کا پاس و لحاظ ممنوع ہوا۔ کسی مجرم و قاتل کو کوئی بھی پناہ نہ دے گا۔"(۲۹)

میثاق مدینہ میں یہ بھی طے پایا کہ تنازعہ یا باہمی اختلاف کا حتمی فیصلہ رسول خدا ﷺ خود کریں

گے۔اس طرح انفرادی وانتقام جوئی کی جگہ مرکزی عدل گستری کانظام اور تمام مذاہب کے درمیان محبت ویگانگت کی فضا قائم کرنا مقصود تھا۔عہد نبوی میں خیبرے ہجری میں فتح ہواتووہاں کے یہودیوں کے بارے میں آپ ﷺ کانہایت ہمدردانہ سلوک وہاں کے باشندوں کومتاثر کیے بغیر نہ رہ سکا۔

مسلمانوں نے یہودیوں کی زمینوں پرقبضہ کیاتو یہودیوں نے درخواست کی ہم اپنی زمینوں پر رہناچاہتے ہیں اورہم اس کے معاوضے میں نصف پیداوار دیا کریں گے۔آنحضرت ﷺ نے ان کی درخواست منظور فرمائی۔جب بٹائی کاوقت آیا توحضرت عبداللہ بن رواحہ کوبھیجا گیا وہ غلّہ کودوحصوں میں تقسیم کرتے اور کہتے جوحصہ چاہے لے لو۔یہودیوں پراس کااتنا اثر ہواکہ کہنے لگے۔زمین وآسمان ایسے ہی عدل پر قائم ہیں۔[۳۰]

حضورﷺ نے یہودیوں کی ایک شریف خاتون جنھوں نے اسلام قبول کرلیاتھا،سے شادی بھی کی(ام المومنین حضرت صفیہ)۔اس شادی کا یہ نتیجہ نکلا کہ یہودیوں کے ساتھ رسول خدا کی رشتے داری ہوئی مسلمانوں اوریہودیوں کے تعلقات بھی خوشگوار ہوئے۔یہودیوں کوخیبر میں رہائش کی اجازت کے ساتھ ساتھ اس وقت تک ان کے ساتھ کوئی لڑائی جھگڑا نہیں کیاگیا جب تک وہ لوگ امن وسکون سے رہے۔ضرورت مندوں کے وظائف مقرر کیےگئے اور بت پرستوں کی نسبت ان کو ہرمعاملے میں ترجیح دی گئی۔ان سے صرف معمولی جزیہ وصول کیا جاتا۔جو ادانہ کرسکے اسے یہ بھی معاف تھا۔

اسی طرح نجران میں کافی تعداد میں عیسائی آبادتھے۔محمدﷺ نے ان کے ساتھ بھی نہایت دوستانہ اورخوشگوار رویہ اختیار کیا۔یہ لوگ بھی یہودیوں کی طرح اہل کتاب تھے۔اسی زمانے میں کوہ سنائی کے قریب واقع راہب خانہ سینٹ کیتھرین کے راہبوں کو بلکہ سارے عیسائیوں کوایک سند نامہ حقوق Charterعطا کیاگیا۔اس کے بارے میں کہاجاتا ہے کہ تاریخ میں روشن خیالی اور رواداری کی اشرف ترین مثال ہے۔

سیدامیر علی اپنی کتاب *Spirit of Islam* (روحِ اسلام) میں لکھتے ہیں:

''آپ ﷺنے عیسائیوں کی حفاظت،ان کے گرجاگھروں کی اوران کے پادریوں کے مکانوں کی پاسبانی اورانھیں ہرطرح کے گزند سے بچانے کی ذمے داری اپنی ذات پربھی اوراپنے متعلقین پر بھی‌عائد کی اوران سے وعدہ کیاکہ ان پرکوئی ناجائز ٹیکس نہیں لگایاجائے گا،کسی عیسائی کواپنامذہب ترک کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا،کسی راہب کواس کے راہب خانے سے خارج نہ کیا جائے گا۔ان کواس بات کی بھی ضمانت دی گئی کہ مسجدیں یامسلمانوں کے گھر بنانے کے لیے کبھی بھی ان کے گرجا گھروں کومسمار نہ کیاجائے گا۔اوران عیسائی عورتوں کوبھی یقین دلایا گیاکہ جنھوں

نے مسلمانوں سے شادی کررکھی تھی کہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہنے کی مجاز ہوں گی۔"(۳۱)

یہ تھیں رواداری اور حسن سلوک کی مثالیں جو رسول اللہ نے اپنے عہد مبارکہ میں قائم فرمائیں۔ آنحضرت ﷺ اس مملکت اور رعایا کی جان ومال اور آزادی کے محافظ کی حیثیت سے عدل کرتے تھے تو مجرم کو ان کی سزا پوری پوری دیتے تھے لیکن رسول خدا اور معلم اسلام کی حیثیت سے اپنے بدترین دشمن کو بھی معاف کرتے تھے اور ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کرتے تھے۔

جیسے فتح مکہ کے موقعے پر ابوسفیان اور حزام بن حکیم کے گھر کو دارالامن قرار دیا۔ آپ ﷺ کی ذات میں وہ افضل ترین صفات جن کا تصور انسان کرسکتا ہے یعنی عدل اور رحم بدرجہ اولیٰ موجود تھیں۔ آپ ﷺ نے بازنطینیوں کے خلاف جو اسلامی فوج بھیجی ان سے مخاطب ہوکر یوں فرمایا:

"جو ہمیں گزند پہنچائے صرف ان سے انتقام لینا۔ جو لوگ تنگ نہ کریں جو اپنے گھروں میں خلوت نشین ہوں ان سے تعرض نہ کرنا۔ طبقہ اناث کی کمزوریوں کا خیال رکھنا۔ دودھ پیتے بچوں صاحب فراش اور بیماروں کو تکلیف نہ دینا۔ جو لوگ تمھارے مقابلے میں آئیں ان کے گھروں کو مسمار نہ کرنا ان کے ذریعہ معاش اِن کے پھل دار درختوں کو تباہ نہ کرنا۔" (۳۲)

یہ تھیں ہمارے نبی کی عدل وانصاف کی مثالیں آپ انسان تو کیا جانوروں اور اشجار تک کی حفاظت کو ضروری تصور کرتے۔

غلاموں کے ساتھ سلوک

عہد نبوی میں عربوں میں بھی دوسرے اقوام کی طرح غلاموں کو الگ طبقہ تصور کرکے ان کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جاتا تھا۔ اسلام چونکہ بنی نوع انسان کے ساتھ کامل مساوات کی تعلیم لے کر آیا۔ تو غلاموں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا اور ان کو آزاد کرنے کو اجر وثواب قرار دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا صلے ق وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ط وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ط وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْ م بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْر'' رَّحِيْم'' (۳۳)

" اور جو غلام تم سے مکاتبت چاہیں اگر تم ان میں (صلاحیت اور) نیکی پاؤ تو اُن سے مکاتبت کرلو اور خدا نے جو مال تم کو بخشا ہے اُس میں سے اُن کو بھی دو اور اپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاک دامن

رہنا چاہیں تو(بے شرمی سے)دنیاوی زندگی کے فوائد حاصل کرنے کے لیے بدکاری پر مجبور نہ کرنا اورجوان کو مجبور کرے گاتو ان(بیچاریوں)کے مجبور کیے جانے کے بعد خدابخشنے والا مہربان ہے۔"

زیدبن حارثہ آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی اپنے بیٹوں کی طرح پرورش کی اوراپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش کی شادی بھی ان سے کردی جوکہ خاندان بنوہاشم سے تعلق رکھتی تھیں حالانکہ کہ شادی ایک نازک مسئلہ ہوتاہے جس میں عموماً برادری کاسوال دوسرے سوالات سے زیادہ اہم ہوتا ہے۔[۳۴]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام رنگ ونسل کے امتیازات کومٹاکر تمام بنی نوع انسان کومساوات کادرس دیتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:**ان اکرمکم عنداللہ اتقکم**

"تم میں سے زیادہ عزت والاوہ ہے جوزیادہ متقی ہو۔برتری کامعیار صرف تقویٰ ہے۔"

اسی طرح مواخات مدینہ کے موقعے پرحضرت زید بن حارثہؓ کوحضرت حمزہؓ کا، جو آپ ﷺ کے چچا تھے، بھائی بنایا۔حضرت ابوبکرؓ کے بھائی ابن زیدؓ قرارپائے۔خالدؓ اور بلالؓ ابن رباع بھائی قرار پائے۔یہ بھائی چارہ صرف الفاظ تک نہ تھا بلکہ زندگی کاایک ایسا پختہ رشتہ بن گیاجوخونی رشتے کے برابر تھا۔جان ومال اورزندگی کے تمام معاملات میں ان کے درمیان قرابت داری قائم ہوتی۔[۳۵]

زید بن حارثہؓ کوغزوۂ موتہ میں سپہ سالار بناکر بھیجنا بھی غلاموں کی حوصلہ افزائی کی ایک مثال ہے۔بعدازاں عہدصدیقیؓ میں ان کے فرزند اسامہ بن زیدؓ کی کامیاب مہم جوئی کی روشن مثال بھی اسی حوصلہ افزائی کاتسلسل ہے۔

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتاہے کہ آپؐ نے چند غلاموں کوآزاد کرکے غلاموں کی آزادی کی ترغیب دی۔حضرت خدیجہؓ زید بن حارثہ کی مالکہ تھیں۔انھیں حکیم بن حزام ابن خولد نے عکاظ کے بازار سے خریدا تھا۔نکاح کے بعد حضرت خدیجہؓ نے انھیں اور ان کی بیوی برکہ کوآزاد کردیاتھا۔ثوبانؓ یمن کے ایک شخص تھے ان کوآپ ﷺنے مدینے میں خرید کرآزاد کیا۔

بلال بن رباح حبشی تھے انھیں بھی رسول خدانے آزادی عطا فرمائی۔[۳۶]

ان کے علاوہ ابورافع فیضہ اورمدغم وغیرہ کوبھی آپﷺ نے آزاد کیا۔اس حوالے سے آپ ﷺکی حدیث مبارکہ ہے:

"ایک مومن شخص جس نے ایک غلام کو آزاد کیا اللہ تعالیٰ اس کے ہرعضو کے بدلے اس کے ہر عضو کو دوزخ کی آگ سے بچائے گا جیسے ہاتھ کے بدلے ہاتھ آنکھ کے بدلے آنکھ۔"[۳۷]

غلامی کامسئلہ جنگی قیدیوں کے ساتھ بھی تھا۔قرآن وسنت سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ اسلام

نے غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک اوران کو آزاد کرانے کی ہمیشہ ترغیب دی اوران کے ساتھ مکاتبت کاطریقہ بھی بتایا۔ گزشتہ سطور میں کیاجاچکاہے۔

اسی سے آج کے دور میں خادموں اور زیر دستوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کادرس ملتاہے۔

عہد نبوی میں عدل اجتماعی کی عملی صورت کی مندرجہ بالا امثال سے اس بات کی وضاحت ہوجاتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کو مثالی ریاست بنانے کے لیے جس چیز پر سب سے زیادہ زور دیا وہ عدل وانصاف ہی تھا۔ آپ ﷺ نے نہ صرف اپنے اقوال سے بلکہ اپنے اعمال سے بھی اس کی ترویج فرمائی کیونکہ معاشرے میں شروفساد وظلم وزیادتی کاخاتمہ ہرحال میں ناگزیر تھا۔اوریہ تبھی ممکن تھا جب ہر ذی روح کواس کاحق ملے۔

گویااسلامی تعلیمات کی رُوسے وہی معاشرہ اسلامی معاشرہ کہلانے کاسزاوار ہے جو اللہ رب العزت کے نازل کردہ قانونِ عدل کے مطابق ہو وہ قانونِ عدل جس کی بے شمار نظیریں قرآن وسنت میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

حوالہ جات

(۱) البقرہ :۱۲۷، آل عمران :۹۶۔۹۷

(۲) نعمانی ،شبلی،سیرت النبیؐ،۱۹۳۵ء،دارالمصنفین،دہلی، ج۱،ص ۱۱۷

(۳) ایضاً،ج۴،ص۲۶۸

(۴) ایضاً،ص۳۹۲

(۵) مودودی ،ابوالاعلیٰ،جہاد فی الاسلام ،ادارہ ترجمان القرآن،لاہور،ص۱۹۱

(۶) عماد الدین ،ابولفداء،نفیس اکیڈمی،کراچی،ج۱،ص۹۷

(۷) ابن اثیر،ج۱،ص۲۷۵۔۲۷۶

(۸) النساء: ۱۰۵

(۹) الحدید: ۲۵

(۱۰) المائدہ:۳

(۱۱) النساء:۶۵

(۱۲) سعد البصری علامہ ابوعبداللہ محمد،طبقات ابن سعد، دارالاشاعت ،حصہ دوم،ص۶۱۵

(۱۳) ایضاً،ص۶۲۰

(۱۴) ایضاً ،ص۶۲۲

(۱۵) ایضاً ،ص۶۱۹

(۱۶) محمد ضیاء ،قضیہ الرسول ،الرحمٰن،ادارۂ معارف اسلامی،۱۹۷۸ءص۳۵۔۴۷
(۱۷) محمد ابوعبداللہ،سعد البصری، طبقات ابن سعد،دارالاشاعت لاہور،۱۹۶۸ء ،حصہ دوم،ص۶۱۳
(۱۸) سرخسی امام مطبوعہ السعادۃ ،المبسوط،مصر،۱۳۳۱ھ،ص۱۰۹
(۱۹) بخاری شریف، باب الحدود
(۲۰) المائدہ:۳۸
(۲۱) محمد بن حسن شیبانی ، کتاب ا لاثار،مترجم:ابوفتح،کراچی،ص۲۳۶
(۲۲) امام بخاری، صحیح بخاری، کتاب الحدود،باب الرجم،محمد سعید اینڈ سنز
(۲۳) البقرہ:۱۷۹
(۲۴) سنن ابی داؤد،سنن نسائی،ابن ماجہ،حدیث ۸۱۹
(۲۵) انعام :۱۵۱
(۲۶) ندوی سلیمان ،رحمت عالم،علامہ ،فہیم پبلی کیشنز، لیاقت باغ کراچی،ص۱۱۸
(۲۷) النساء:۷
(۲۸) مودودی ابوالاعلیٰ ، تفہیم القرآن ،ادارہ ترجمان القرآن،لاہور،جلداول،ص۳۲۴
(۲۹) ماہنامہ دعوۃ ،رسول اللہ کے عہد میں نظام عدل،السلام آباد،ایس۔ اے۔رحمن پبلی کیشنز،ص۲۴
(۳۰) احمد ندوی ،شاہ معین الدین ،تاریخ السلام،غضنفر اکیڈمی اردو بازار کراچی، ۱۹۷۵ء ،ص۶۷
(۳۱) امیرعلی ،سید،روح السلام،مترجم:سیدہادی میں ،ادارہ ثقافت اسلامیہ،ص۱۷۹
(۳۲) ایضاً،ص۱۸۲
(۳۳) النور: ۳۳
(۳۴) سید قطب، مترجم:صدیقی نجات اللہ،اسلام میں عدل اجتماعی ،اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور،ص۴۰۰
(۳۵) ایضاً
(۳۶) سعد البصری،طبقات ابن سعد، ابوعبداللہ علامہ، دارلاشاعت ،ص۵۴
(۳۷) ایضاً